محمد اسحاق بھٹی

قدیم دَور کے چند سندھی فقہائے کرام

ابراہیم بن محمد دَیبُلی

شیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن عبداللہ دیبلی سندھی، چوتھی صدی ہجری کے مشہور عالم و محدث تھے۔ یہ سندھ کے شہر دیبل میں عروکش تھے۔ انھوں نے موسیٰ بن ہارون اور محمد بن علی الصائغ الکبیر وغیرہ سے روایت حدیث کی۔

ان کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ یہ چوتھی صدی ہجری کے جلیل القدر سندھی علماء و محدثین میں سے تھے۔ افسوس ہے اس سے زیادہ کچھ پتہ نہیں چل سکا۔

ان کا ذکر سمعانی نے الانساب میں اور یاقوت حموی نے معجم البلدان میں کیا ہے[۱]

احمد بن عبداللہ دَیبُلی

ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن سعید دیبلی، قافلۂ اسلاف کے ان مسافرانِ راہِ علم اور زمرۂ عباد و زہاد سے تعلق رکھتے تھے جو طلبِ علم کے لیے بے تاب رہتے اور فقر و زہد، عبادت و خلوص، اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ خداوندی جن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ حصولِ علم کی غرض سے انھوں نے دور دراز ملکوں کے متعدد سفر کیے اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانے کے لیے بے شمار تکلیفیں اٹھائیں۔ شوقِ علم ملاحظہ ہو کہ سندھ کے ریگستان دیبل سے چلے اور تمام اسلامی ملکوں میں گھومے پھرے۔ مکہ مکرمہ، بغداد، بصرہ، بیروت، دمشق، مصر، نیشاپور، تستر، اور حران وغیرہ میں مختلف اساتذۂ حدیث و فقہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

۱۔ الانساب۔ سمعانی ورق ۲۳۶۔

معجم البلدان۔ یاقوت حموی۔ ج ۲ ص ۴۹۵

مکہ مکرمہ پہنچے تو وہاں انہی کے ملک اور شہر کے عالم و محدث ابو جعفر محمد بن ابراہیم دیبلی درسِ حدیث دیتے تھے،[1] ان کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور وہیں مفضل بن محمد جندی سے استفادہ کیا۔ بغداد گئے تو جعفر بن محمد فریابی کے حلقۂ تلمذ میں شامل ہوئے۔ عازمِ بصرہ ہوئے تو قاضی ابو خلیفہ ایسے یگانۂ روزگار کی شاگردی اختیار کی۔ مصر روانہ ہوئے تو وہاں علی بن عبد الرحمٰن اور محمد بن زبان سے تحصیل کی، جو اس دور کے نامور علما میں سے تھے۔ دمشق گئے تو شیخ ابو الحسن احمد بن عمیر بن جوصا کے درس میں شرکت کی۔ بیروت میں ابو عبد الرحمٰن مکحول سے درسِ حدیث لینے کا فخر حاصل کیا۔ حران میں ابو عروبہ حسین بن ابو معشر سے سند و اجازہ کا اعزاز حاصل ہوا۔ تستر میں احمد بن زبیر تستری کے فیوضِ علمیہ سے بہرہ ور ہوئے۔ عسکر مکرم میں حافظ عبدان بن احمد کے تلامذہ کی جماعت میں شرکت فرمائی۔ نیشاپور میں ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ اور ان کے اقران سے اخذِ حدیث و فقہ کی سعادت سے متفخر ہوئے۔

پھر خود ان کا بھی حلقۂ تلامذہ بہت وسیع تھا جن میں امام حاکم ابو عبداللہ حافظ ایسے بلند پایہ محدث کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔

یہ تو شیخ احمد بن عبداللہ دیبلی کے شوقِ حصولِ علم کی فراوانیوں کی حالت تھی، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ کس درجہ عابد و زاہد اور عبادت گزار تھے۔ اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جس زمانے میں نیشاپور میں شیخ ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ کی بساطِ علم بچھی ہوئی تھی، یہ نیشاپور میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ شیخ ابوبکر کا مدرسہ خانقاہ حسن بن یعقوب حدادی میں واقع تھا۔ شیخ احمد خانقاہ میں رہائش رکھتے تھے، جو شہر سے کچھ فاصلے پر تھی۔ اسی دوران میں ان کی شادی ہو گئی اور صاحبِ اولاد بھی ہو گئے۔ شادی شہر کے اندرونی علاقے میں ہوئی تھی۔ یہ روزانہ تمام نمازیں جامع مسجد میں باجماعت ادا کر کے گھر جاتے۔

طبیعت پر درویشی اس قدر غالب تھی کہ صوف پہنتے، جو اس زمانے میں نیک لوگوں کا عاجزانہ و منکسرانہ لباس تھا۔ بارہا جوتی میسر نہ آتی تو ننگے پاؤں چلتے۔

ان کی وفات نیشاپور میں رجب ۳۴۳ھ کو ہوئی اور قبرستان حیرہ میں دفن کیے گئے۔[2]

---

[1] معجم البلدان، ج ۲، ص ۴۹۵

[2] الانساب۔ سمعانی، ورق ۲۳۶

ابو عبد الملک محمد بن ابو معشر

یہ سندھ کے مشہور محدث و فقیہ نجیح بن عبد الرحمٰن ابو معشر سندھی کے لڑکے تھے علم حدیث میں عظیم المرتبت عالم تھے۔ علوم فقہ میں بھی کمال حاصل تھا۔ بغداد ہی میں مقیم رہے۔ ابو یعلیٰ موصلی نے ان سے شرفِ روایت حاصل کیا۔ اپنے والد ابو معشر سندھی کی مشہور تصنیف کتاب المغازی کے یہی راوی ہیں۔

عباسی خلیفہ مہدی، ان کے والد، ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن سندھی کی طرح ان کی بھی عزت کرتا تھا۔ ان سے ان کے دو بیٹوں داؤد اور حسن نے روایت حدیث کی۔ ان کے علاوہ ابو حاتم محمد بن ادریس رازی، محمد بن لیث جوہری اور ابو یعلیٰ موصلی نے بھی ان سے شرفِ روایت و سماعت حاصل کیا۔ انھوں نے ۹۹ برس عمر پاکر ۲۴۴ھ میں وفات پائی [۱]

ابو محمد عبد اللہ منصوری

ابو محمد عبد اللہ بن جعفر بن مُرّہ منصوری مقری، سیاہ رنگ تھے۔ حسن بن مکرم اور ان کے اقران سے سماعتِ حدیث کی اور ان سے حاکم نے اور ہاشمیوں کی ایک جماعت نے روایت حدیث کی۔ سندھ کے شہر منصورہ میں قیام پذیر تھے۔ منصورہ کے قاضی تھے اور اصحاب الحدیث میں سے تھے۔ منصورہ میں اکثریت اصحاب الحدیث کی تھی۔ مقدسی نے احسن التقاسیم میں منصورہ کا ذکر بھی کیا ہے اور قاضی ابو محمد عبد اللہ منصوری کا تذکرہ بھی کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ وہاں کی زیادہ تر آبادی اصحاب الحدیث پر مشتمل تھی اور ابو محمد منصوری امام داؤد ظاہری (المتوفی ۲۷۰ھ) کے مسلک کے حامل تھے۔ مقدسی کے الفاظ یہ ہیں:

اکثرهم اصحاب الحدیث و رأیت القاضی ابا محمد المنصوری داؤدیا اماما فی مذهبه و له تدریس و تصانیف و قد صنف کتبا عدة حسنة [۲]

---

[۱] الانساب سمعانی۔ ورق ۳۱۴

[۲] ۱۔ احسن التقاسیم، ص ۴۸۱،

۲۔ الانساب سمعانی۔ ورق ۵۴۴

یعنی اہلِ منصورہ کی اکثریت اہل الحدیث پر مشتمل ہے۔ مقدسی نے وہاں قاضی ابو محمد منصوری کو دیکھا، وہ مسلکِ داؤد ظاہری کے حامل تھے اور اپنے مسلک کے جلیل القدر امام تھے۔ ان کا سلسلۂ تدریس بھی جاری تھا اور سلسلۂ تصنیف بھی۔ وہ متعدد بہترین کتابوں کے مصنف ہیں۔

ان کا مرتبۂ علمی چونکہ بہت بلند تھا اسی لیے انھیں منصورہ جیسے اہم اور مرکزی شہر کا عہدۂ قضا تفویض کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے ان کا اصل وطن منصورہ تھا، اسی لیے انھیں منصوری کہا گیا۔

قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ ابو محمد منصوری کا خاندان ۳۷۵ھ، ہجری یعنی چوتھی صدی ہجری کے آخر میں منصورہ میں آباد تھا اور اپنے مسلک اور مرتبہ علمی کی رُو سے سندھ میں اس خاندان کو عزت و تکریم کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

ابو محمد خلف بن سالم

ابو محمد خلف بن سالم مشہور حافظِ حدیث تھے۔ سندھ کے رہنے والے تھے۔ غلاموں کے سلسلے میں آلِ مہلب ان کو سندھ سے عراق لائے اور یہ کوفہ میں مقیم ہو گئے۔ وہیں تعلیم حدیث پائی اور اس میں درجۂ کمال کو پہنچے۔ پھر کوفہ سے بغداد تشریف لے گئے اور وہاں کے محلہ مخرم میں مستقل طور سے رہائش اختیار کر لی۔ ان کے اساتذۂ حدیث میں یحییٰ بن سعید قطان، ابوبکر بن عیاش، ہشیم بن بشیر، عبد الرحمن بن مہدی، اسماعیل بن علیہ، حسن بن علیمی اور ابو نعیم کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں اور تلامذہ کی فہرست میں ابو القاسم بغوی، حاتم بن لیث، یعقوب بن شیبہ، احمد بن ابی خیثمہ جیسے اصحابِ کمال لوگ شامل ہیں۔ ان کی عظمت فی الحدیث کا اندازہ اس سے لگایئے کہ امام نسائی نے ان کی روایت اپنی کتاب سنن نسائی میں درج کی ہے۔

۲۲ رمضان المبارک ۲۳۱ھ میں ۶۹ سال کی عمر پا کر بغداد میں وفات پائی [۱]۔

ابو علی سندھی

شیخ الکبیر ابو علی سندھی تیسری صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ یہ سندھ کے اہلِ حقیقت اور اہلِ وجد

---

[۱] تاریخ بغداد ج ۸۔ ص ۳۲۸ تا ۳۳۰ از حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) مطبوعہ مصر (۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۱ء)

حضرات میں سے تھے۔ اور تصوف و معرفت میں اس درجہ بلند پایہ تھے کہ مشہور بزرگ اور اہل اللہ حضرت ابویزید طیفور بن عیسیٰ بسطامی (متوفی ۲۶۱ھ) ان کے فیضِ صحبت سے مستفید ہوئے۔ حضرت بسطامی فرماتے ہیں، میں ان کے وظائف سے فرصت کے اوقات میں ان کو بعض چیزوں کی تلقین کرتا تھا اور وہ مجھے توحید و حقیقت کی تعلیم دیتے تھے۔

ان کے بارے میں حضرت بسطامی ایک عجیب حکایت بھی بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں، ایک مرتبہ میرے پاس ابوعلی سندھی تشریف لائے، ان کے پاس ایک تھیلا تھا جو انھوں نے میرے آگے انڈیل دیا۔ میں نے دیکھا کہ مختلف اقسام و الوان کے جواہر میرے سامنے پڑے ہیں۔ میں نے تعجب سے پوچھا یہ آپ کو کہاں سے دست یاب ہوئے؟ فرمایا۔ میں ایک وادی میں سے گزر رہا تھا کہ یہ شمع کی طرح چمک رہے تھے میں نے ان میں سے اتنے بھر اٹھا لیے۔

میں نے سوال کیا۔ وادی میں سے گزرتے وقت آپ پر کیا کیفیت طاری تھی اور آپ کس حالت میں تھے؟

کہا۔ پہلی کیفیت سے فرصت میں تھا، یعنی وظائف و اوراد سے فارغ ہو چکا تھا۔

اس میں معنی یہ پنہاں ہے کہ اوقاتِ فرصت و فترت میں کچھ مخفی عناصر اور غائبی طاقتوں نے ان کو جواہر میں مشغول کر دیا تھا۔

ابویزید بسطامی کہتے ہیں، مجھ سے ابوعلی سندھی نے کہا، میں ایسے حال میں تھا کہ جو مجھ سے وابستہ کر دیا گیا تھا، پھر اس حال میں آ گیا جو اس سے مختلف تھا۔ یعنی انسان اپنے اعمال کو دیکھتا ہے اور اپنی طرف سے ان میں اضافہ کرتا ہے۔ پھر جب اس کے قلب پر انوارِ معرفت کا غلبہ طاری ہو جاتا ہے تو وہ یہ دیکھتا اور محسوس کرتا ہے کہ تمام اشیائے کائنات، اللہ کی طرف سے ہیں، اللہ کے حکم سے قائم ہیں، اللہ کے لیے معلوم ہیں، اللہ کی طرف لوٹائی جا رہی ہیں۔[۱]

ابوعلی سندھی نہ صرف خطۂ سندھ کے بلکہ دنیا کے اکابر صوفیا اور عظیم المرتبت علمائے کرام میں سے تھے۔

---

[۱] نزہۃ الخواطر ج ا ص ۵۰۔ بحوالہ کتاب اللمع (ابونصر عبداللہ بن علی السراج طوسی)

اُس دور کی یہ خصوصیت تھی کہ کوئی کم پڑھا لکھا آدمی تصوّف و طریقت اور وجد و حقیقت کی وادی میں گام فرسا ہونے کی جرأت نہیں کرتا تھا کیونکہ تصوّف کا تعلق علم سے ہے۔ جس شخص میں علم کی فراوانی نہیں ہوگی اس پر تصوّف کی حقیقی راہیں کھل ہی نہیں سکتیں۔ صحیح تصوّف اور کم علمی کا ایک جگہ جمع ہونا ممکن نہیں۔

شعیب بن محمد دَیبُلی

ابو القاسم شعیب بن محمد بن احمد بن شعیب بن بزیع بن سوار دیبلی۔ یہ ابن ابی قطعان دیبلی کے نام سے معروف تھے۔ طلبِ علم کی غرض سے دیبل سے مصر گئے اور وہاں تعلیم حدیث سے بہرہ ور ہوئے۔ شیخ ابوسعید بن یونس نے ان سے احادیث قلم بند کیں۔[۱]

عبداللہ بن محمد علوی

عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ۔ ان کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ یہ ہاشمی قرشی تھے اور عبداللہ اشتر کے نام سے مشہور تھے۔ ان کے والدِ مکرم کو محمد نفسِ زکیہ اور جدِّ امجد کو عبداللہ المحض کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت سے یہ پہلے شخص ہیں، جن کے قدوم میمنت لزوم کی زیارت سے ارضِ ہند سعادت اندوز ہوئی۔ یہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ حدیث و فقہ کی تعلیم اپنے عظیم القدر باپ محمد نفسِ زکیہ سے حاصل کی۔ یہ عباسی خلیفہ منصور کے ایام خلافت میں واردِ ہند ہوئے۔ اس زمانے میں منصور کی طرف سے محمد بن حفص عتکی علاقہ سندھ کے منصبِ ولایت پر متمکن تھا۔

عبداللہ کے ورودِ سندھ کی وجہ یہ ہے کہ والئ سندھ عمر بن حفص عتکی حکومتِ منصور کے ان سرکردہ افراد میں سے تھا جو ان کے والد محمد بن عبداللہ سے بیعت تھے اور ان سے ہمدردانہ تعلق رکھتے تھے۔ محمد بن عبداللہ نے خلیفہ منصور کے خلاف خروج کیا تو اپنے اس بیٹے کو بصرہ بھیجا۔ وہ اور ان کے ساتھی بصرہ سے بحری راستہ سے عمر بن حفص کے پاس سندھ پہنچے۔ عبداللہ

---

[۱] الانساب۔ سمعانی۔ ورق ۲۳۶

بن محمد تو کہیں چھپ گئے، لیکن ان کے ساتھی، عمر بن حفص سے ملاقی ہوئے۔ ان کے پاس گھوڑے تھے جو انھوں نے بصرہ سے خریدے تھے۔ عمر نے ان کو گھوڑے لانے کا حکم دیا۔ انھوں نے کہا ہم تمھارے پاس ایک ایسی چیز لے کر آئے ہیں، جو ان گھوڑوں سے زیادہ بہتر ہے اور جس میں تیرے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی مضمر ہے۔ ہم تم سے امان کے طالب ہیں۔ یا تو تم وہ چیز قبول کرلو یا اسے چھپالو اور ہمیں کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اگر تم کہوگے تو ہم تمھارے اس ملک سے نکل جائیں گے۔

عمر بن حفص نے ان کو امان دے دی تو انھوں نے اپنی آمد کا پورا واقعہ بیان کیا اور عبداللہ بن محمد کے متعلق ساری بات سنائی اور کہا کہ ان کے والد محمد نے ان کو تمھارے پاس بھیجا ہے۔ عمر نے اس پر خوشی کا اظہار کیا، ان سب کو خوش آمدید کہا اور عبداللہ کو خفیہ طریقے سے کسی جگہ رکھا، خود اس کی بیعت کی، شہر کے سرکردہ لوگوں اور اپنے اہل خانہ کو بھی بیعت کے لیے کہا۔ سب لوگ ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہوگئے تو عمر بن حفص کی بیوی نے اپنے شوہر کو اطلاع دی کہ عبداللہ کے والد محمد نفس زکیہ کو منصور کے خلاف خروج کے نتیجے میں قتل کر دیا گیا ہے۔ عمر بن حفص کو اس کا بہت افسوس ہوا۔ وہ عبداللہ کے پاس گیا، اس کو والد کے قتل کی خبر پہنچائی اور اظہارِ تعزیت کیا۔

باپ کے قتل کی خبر سے عبداللہ بہت مغموم ہوئے اور عمر بن حفص سے کہا کہ میرا معاملہ لوگوں پر ظاہر ہو چکا ہے۔ اب میرا خون تیری گردن پر ہے۔

یہ سارا قصہ خاصا طویل ہے مختصر یہ کہ عمر بن حفص نے عبداللہ کو سندھ کے ایک علاقہ کے ایک ایسے حکمران کے پاس بھیج دیا جو بہتر کردار کا حامل اور دبدبہ و رعب کا مالک تھا۔ وہ عبداللہ سے تکریم سے پیش آیا اور ان سے بڑی عزت و احترام کا برتاؤ کیا۔ عبداللہ کے حالات کا علم منصور کو ہوا تو اس نے عمر بن حفص کو خط لکھا اور معاملے کی وضاحت طلب کی۔ عمر نے کچھ اس انداز سے جواب دیا کہ اس سے منصور کی تسلی نہ ہوئی اور اس نے ہشام بن عمرو تغلبی کو سندھ کا والی مقرر کر دیا۔ منصور کا مطلب ہشام کی وساطت سے عبداللہ بن محمد کو گرفتار کرنا تھا مگر ہشام نے اس کو گرفتار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ البتہ منصور کے حکم کے مطابق سندھ کے اس سردار سے سلسلۂ مکاتبت شروع کر دیا، جس نے عمر بن حفص کے کہنے پر عبداللہ کو پناہ دی تھی۔ منصور کو اس سلسلے کی تمام

خبریں برابر موصول ہو رہی تھیں ۔ اچانک ایک روز ہشام کو سندھ کے ایک علاقہ سے حکومت کے خلاف گڑبڑ کی اطلاع ملی اور معلوم ہوا کہ ایک گروہ حکومت کی مخالفت کے لیے میدان میں نکل آیا ہے ۔ ہشام نے اس پر قابو پانے کے لیے اپنے بھائی کی سرکردگی میں (جس کا نام بعض مورخین نے سفیح بن عمرو تغلبی اور بعض نے سفنج بن عمرو تغلبی لکھا ہے) فوج کا ایک دستہ روانہ کیا۔ راستے میں دریائے سندھ کے کنارے پر ان لوگوں کی عبداللہ بن محمد اور ان کے ساتھیوں سے مڈھ بھیڑ ہو گئی ۔ معاملہ لڑائی تک پہنچا اور عبداللہ اور ان کے ساتھی قتل کر دیے گئے ۔ کہتے ہیں عبداللہ کا سر ان کے تن سے جدا کر دیا گیا تھا۔ تن تو دریائے سندھ میں پھینک دیا گیا، مگر سر مقتولین کی لاشوں کے درمیان پڑا رہا جس سے ان کے قتل کا پتہ چلا۔ عبداللہ کے ایک لڑکے کا نام محمد تھا۔ عبداللہ کو چونکہ عبداللہ اشتر کہا جاتا تھا، اس لیے ان کے لڑکے محمد کو ابن اشتر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ہشام نے منصور کو اس سارے واقعہ کی بھی اطلاع دی اور عبداللہ کے لڑکے محمد یعنی ابن اشتر کو بھی منصور کے پاس بغداد بھیج دیا۔ منصور نے ہشام کا شکریہ ادا کیا اور لڑکے کو مدینہ طیبہ کے عامل کے پاس بھیج دیا تاکہ وہ اس کو عبداللہ کے ورثا اور اہل خاندان کو دکھا دے اور ان سے اس کی صحتِ نسل کے بارے میں دریافت کرے ۔ یہ واقعہ ۱۵۱ھ کا ہے[۱]

یہاں یہ سارا واقعہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اہلِ بیت نبوی علیہ الف الف تحیۃ وسلام میں سے عبداللہ بن محمد علوی، بہت بڑے فقیہ اور عالمِ حدیث تھے ۔ اس مقدس خاندان کے یہ پہلے بزرگ ہیں، جو دیارِ ہند یا سرزمین سندھ میں تشریف لائے اور جن کی وفات بھی اسی علاقہ میں ہوئی ۔ اس خاندان کے ایک فرد یعنی محمد کی ولادت بھی اسی ملک میں ہوئی ۔

محمد بن ابوالشوارب

علامہ محمد بن ابوالشوارب منصورہ کے قاضی تھے اور ان اصحابِ حدیث وفقہ میں سے تھے جو ۲۸۳ھ میں عراق سے سندھ آکر اقامت گزین ہو گئے تھے[۲] جلیل القدر عالمِ دین تھے ۔

---

[۱] تاریخ الکامل لابن اثیر ۔ ج ص

[۲] تاریخ الکامل ۔ ابن اثیر ج ۷ ص ۳۳۴

عراق میں بالعموم اور بغداد میں بالخصوص ان کو بڑی قدر و منزلت حاصل تھی۔ اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ ان کے قیام بغداد کے زمانے میں خود خلیفہ بغداد اور عباسی شہزادے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کے فیوض علمیہ سے استفادہ کرتے تھے۔ کہتے ہیں قاضی محمد بن ابوالشوارب کے بعد ان کے بیٹے علی منصورہ کے منصب قضا پر فائز کیے گئے۔ ان کا خاندان چوتھی صدی ہجری کے ابتدا تک منصورہ میں موجود تھا[1]

عمرو بن مسلم باہلی

نہایت نیک، عالم اور باخبر شخص تھا۔ ۱۰۰ھ میں خلیفۂ صالح حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کو ہند اور سندھ کا گورنر مقرر کیا۔ اس نیک فطرت شخص نے نہ کسی پر سختی کی نہ کسی کو پریشان کیا اور نہ حتی الامکان کسی معاملہ میں دائرۂ اسلام سے باہر قدم رکھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دارالخلافہ دمشق سے ہند اور سندھ کے غیر مسلم حکمرانوں، سرداروں اور سرکردہ لوگوں کو خطوط لکھے، جن میں ان کو دعوتِ اسلام دی اور لکھا کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اللہ اور اس کے رسول ؐ کی اطاعت کو اپنا شعار بنالیں تو ان کے مفتوحہ علاقے ان کو واپس کر دیے جائیں گے۔ ان کے وہی حقوق ہوں گے جو عام مسلمانوں کے ہیں اور ان سے اسی قسم کا برتاؤ کیا جائے گا جو دوسرے مسلمانوں سے کیا جاتا ہے۔ ہند اور سندھ کے یہ لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ کی سیرت و کردار سے باخبر ہو چکے تھے اور انھیں معلوم ہو چکا تھا کہ وہ تقوی و صالحیت کے اعتبار سے بہت اونچے درجے پر فائز ہیں۔ پھر انھیں عمرو بن مسلم باہلی کے حسنِ اخلاق کا بھی علم ہو گیا تھا۔ لہٰذا راجہ داہر کا لڑکا جے سنگھ اور دیگر بہت سے ملوک و سردارانِ سندھ اس دعوتِ اسلام سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

یہ لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز اور یزید بن عبدالملک کے دورِ خلافت تک بدستور مسلمان رہے، لیکن ان کے بعد ہشام بن عبدالملک کا زمانۂ خلافت آیا تو اسلام ترک کر کے اپنے پہلے مذہب میں آ گئے[2]

---

[1] مروج الذہب از مسعودی ج ۱۔ ص ۳۷۷

[2] نزہۃ الخواطر ج ، ص ۳۹

موسیٰ بن یعقوب ثقفی

موسیٰ بن یعقوب بن محمد بن شیبان بن عثمان ثقفی مشہور فقیہ تھے۔ یہ عرب تھے اور محمد بن قاسم کے زمانے میں سندھ میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔ یہ عرب کے اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، جس سے محمد بن قاسم کا تعلق تھا۔ حدیث وفقہ میں ماہر کامل تھے۔ اسی بنا پر محمد بن قاسم نے ۹۳ھ میں ان کو شہر ارور کی مسندِ قضا وخطابت پر فائز کر دیا تھا۔ یہ پورے سندھ کے قاضی القضاۃ بھی رہے۔ ان کو ارور کے قاضی اور احنف بن قیس کے نواسے رواح بن اسد کو وہاں کے والی مقرر کیا اور انھیں رعیت سے حسنِ سلوک اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید کی۔ اس ضمن میں چچ نامہ کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:

چوں محمد بن قاسم اہل دار الملک الور را تحت اقتدار و مطاوعت خود آوردہ و ہمگنان مطیع و مامور گشتند، رواح بن اسد از نواسگان احنف بن قیس را بہ ایالت ارور نصب کرد، و امور شرعی و مہم دار قضا و خطابہ بصدر الامام الاجل العالم برہان الملۃ والدین سیف السنۃ و نجم الشریعۃ موسیٰ بن یعقوب بن طائی بن محمد بن شیبان بن عثمان الثقفی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بازگذاشت و فرمود با رعایا را استمالت واجب بیند و فرمان: یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر۔ مہمل نماند و ہر دو را برعایت خلق و رعیت وصیت کرد و مثال مطلق داد[۱]

یعنی جب محمد بن قاسم نے دار السلطنت ارور کو اپنے زیر اقتدار اور زیر نگین کر لیا اور سب لوگ اس کے مطیع و فرماں بردار ہو گئے تو رواح بن اسد کو جو احنف بن قیس کے نواسوں میں سے تھا، اس کا گورنر مقرر کیا اور امورِ شرعیہ، معاملاتِ دار القضا اور منصب خطابت صدر الامام الاجل العالم، برہان الملۃ والدین، سیف السنۃ و نجم الشریعہ، موسیٰ بن یعقوب بن طائی بن محمد بن شیبان بن عثمان ثقفی رحمۃ اللہ علیہم کے سپرد کیا اور انھیں حکم دیا کہ رعایا کی دلجوئی کو اپنے اوپر لازم قرار دیں، لیکن ساتھ ہی نیکی کے حکم اور برائی سے روکنے میں بھی کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔ پھر دونوں کو عوام اور رعایا سے رعایت کرنے کی تاکید کر کے سندِ خود مختاری عطا کی۔

---

[۱] چچ نامہ ص ۲۲۵

ان کا خاندان علمی و فقہی اعتبار سے دیار ہند کا مشہور ترین خاندان تھا اور ان کے اخلاف ہر دور میں عزت و احترام کے حامل رہے - یہ خاندان سلطان شمس الدین التمش (متوفی ۶۳۳ھ) کے زمانہ تک موجود تھا۔ کمال الدین اسماعیل بن علی بن محمد ثقفی ایک بہت بڑے عالم تھے جو اسی خاندان کے فرد تھے اور ۶۱۳ھ میں شہر ارور میں عہدۂ قضا پر فائز تھے چچ نامہ عربی زبان میں انہی کے بزرگوں میں سے کسی اہل علم کی تصنیف تھی، جس کو بعد میں ابن علی کوفی نے فارسی زبان میں منتقل کیا[1]

اس خاندان کے ہر بزرگ کو صدر الامام الاجل، بدر الملۃ والدین، سیف السنہ ونجم الشریعہ کے پُراعزاز القاب سے ملقب کیا گیا[2]

احمد بن محمد منصوری

ابو العباس احمد بن محمد بن صالح منصوری سندھی۔ سندھ کے چوتھی صدی ہجری کے بہت بڑے عالم و محدث تھے اور منصورہ کے منصب قضا پر فائز تھے - مسلکاً ظاہری تھے۔ اس مسلک اور اس کے مسائل سے متعلق ان کی کئی تصانیف ہیں - انھوں نے اثرم اور ان کے طبقہ کے محدثین سے سماعت حدیث کی اور خود ان سے نامور محدث اور حافظ الحدیث امام ابو عبداللہ حاکم نے شرف روایت حاصل کیا۔[3]

منصورہ میں، اس ذی مرتبت عالم کا درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

احسن التقاسیم میں مقدسی کا بیان ہے کہ وہ منصورہ گیا تو وہاں ان سے ملا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

رأیت القاضی ابا العباس المنصوری داؤدیا اماما فی مذھبہ ولہ تدریس وتصانیف

---

[1] تاریخ سندھ۔ از سید ابو ظفر ندوی۔ ص ۳۵۶

[2] نزہۃ الخواطر (مصنف مولانا عبدالحی حسنی لکھنوی) ج ۱ ص ۴۴ - (مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۶۶ھ - ۱۹۴۷ء) نیز دیکھئے تاریخ سندھ (از سید ابو ظفر ندوی) ص ۳۵۶

[3] معجم البلدان

قد صنف کتبًا جیدۃ حسنۃ۔[۱]

یعنی میں نے قاضی ابوالعباس منصوری کو دیکھا۔ وہ داؤد ظاہری کے مسلک کے حامل تھے اور اپنے اس مسلک سے متعلق درجۂ امامت پر فائز تھے۔ ان کا سلسلۂ تدریس و تصانیف بھی ہے۔ کئی بہترین کتابوں کے مصنف ہیں۔

محمد بن اسحاق ندیم وراق بغدادی نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف الفہرست میں ان کا بڑے اچھے الفاظ میں ذکر کیا ہے اور ان کو مسلک امام داؤد ظاہری کے فاضل ترین اصحاب میں سے گردانا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

انہ کان علی مذھب داؤد، من افاضل الداودیین ولہ کتب جلیلۃ حسنۃ کبار منھا کتاب المصباح کبیر، کتاب الھادی، وکتاب النیر۔[۲]

یعنی احمد بن محمد منصوری، امام داؤد ظاہری کے مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے افاضل میں سے تھے۔ ان کی بہترین اور عمدہ تصانیف بھی ہیں جو بڑی ضخیم ہیں۔ ان تصانیف میں سے کتاب المصابیح کبیر، کتاب الہادی اور کتاب النیر لائق ذکر ہیں۔

سمعانی نے بھی انساب میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ منصورہ کے قاضی تھے اور عراق میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔ مذہب امام داؤد اصفہانی ظاہری کے امام مانے جاتے تھے۔ الفاظ یہ ہیں:

احمد بن محمد القاضی المنصوری سکن العراق وفارس یکنٰی بابی العباس کان اماما علی مذھب داؤد الاصبھانی سمع الاثرم وطبقتہ، روی عنہ الحاکم ابو عبد اللہ الحافظ وابو العباس احمد بن محمد بن الصالح التمیمی القاضی المنصوری من اھل المنصورۃ وکان اظرف من رأیت من العلماء، سمع بفارس

---

[۱] احسن التقاسیم

[۲] الفہرست ص ۲۸۱،

اردو ترجمہ شائع کردہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور (۱۹۶۹ء) میں صفحہ ۵۱۶ دیکھیے۔

ابا العباس بن الاثرم وبالبصرۃ ابا روق الھزانی۔[1]

ان الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ قاضی احمد بن محمد منصوری عراق اور فارس میں سکونت پذیر رہے۔ ان کی کنیت ابو العباس تھی۔ مسلکِ امام داؤد ظاہری کے امام کی حیثیت رکھتے تھے۔ اثرم اور ان کے طبقہ کے اصحاب الحدیث سے سماعتِ حدیث کی۔ خود ان سے امام ابو عبداللہ حاکم ایسے حافظ الحدیث نے روایت کی۔ قاضی ابو العباس احمد بن محمد بن صالح تمیمی منصوری، باشندگانِ منصورہ میں سے تھے۔ جن علما سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا میں نے ان کو ان سب سے شائستہ اور سلجھے ہوئے ذہن و فکر کے حامل پایا۔ انھوں نے فارس میں ابو العباس بن اثرم اور بصرہ میں ابو روق ہزانی سے شرف سماعتِ حدیث حاصل کیا۔

خلف بن محمد دَیبُلی

چوتھی صدی ہجری کے علمائے دیبل میں سے ایک بزرگ شیخ خلف بن محمد موازینی دیبلی تھے، جو بغداد تشریف لے گئے تھے۔ انھوں نے بغداد میں دیبل ہی کے ایک عالمِ حدیث علی بن موسیٰ دیبلی سے تحصیل حدیث کی اور خود ان سے ابو الحسن احمد بن محمد بن عمران بن جندی نے روایت کی۔[2]

علی بن موسیٰ دَیبُلی

شیخ علی بن موسیٰ دیبلی بھی دیبل کے چوتھی صدی ہجری کے اصحاب الحدیث میں سے تھے اور "العالم المحدث" مشہور تھے۔ ان سے شیخ خلف بن محمد موازینی دیبلی نے روایتِ حدیث کی۔[3]

محمد بن ابراہیم دَیبُلی

ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ ابو جعفر محمد بن ابراہیم بن عبداللہ دیبلی چوتھی صدی ہجری کے یہ دیبلی عالم، مکہ مکرمہ میں سکونت رکھتے تھے۔ یہ امام ابن عُیینہ کی کتاب التفسیر، ابو عبداللہ سعید

---

[1] الانساب سمعانی ورق ۵۴۳

[2] ایضاً۔ ورق ۲۳۶

[3] ایضاً

بن عبدالرحمٰن مخزومی سے اور ابن المبارک کی کتاب البر والصلۃ، ابو عبداللہ حسین بن حسن مروزی سے روایت کرتے ہیں۔ عبدالحمید بن صبیح سے بھی یہ روایت کرتے ہیں۔ خود ان سے ابوالحسن احمد بن ابراہیم بن فراس مکی اور ابوبکر محمد بن ابراہیم بن علی ابن المقری نے روایت کی۔[1]

محمد بن محمد دیبلی

ابوالعباس محمد بن محمد بن عبداللہ وراق دیبلی، بہت بڑے عابد و زاہد اور صالح عالم دین تھے۔ ابو خلیفہ فضل بن حباب جمحی، جعفر بن محمد بن حسن فریابی، عبدان بن احمد بن موسیٰ عسکری اور محمد بن عثمان بن ابوسوید بصری اور ان کے ہم عصر قرا ان سے روایت حدیث کی۔ خود ان سے امام حاکم ابوعبداللہ الحافظ نے سماعت کی۔ رمضان المبارک ۳۴۵ھ میں فوت ہوئے۔ نماز جنازہ ابوعمرو بن نجید نے پڑھائی۔[2]

---

[1] ۱۔ الانساب۔ سمعانی۔ ورق ۲۳۶
۲۔ معجم البلدان۔ حموی۔

[2] الانساب۔ سمعانی۔ ورق ۲۳۶

کلام حکیم : مرتبہ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی

یہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم مرحوم کا مجموعۂ کلام ہے۔ خلیفہ صاحب مرحوم کو شعر گوئی کا ذوق فطری طور پہ ودیعت ہوا تھا اور انھوں نے غزل، نظم، قطعہ، رباعی وغیرہ مختلف اصناف سخن پر طبع آزمائی کر کے اپنی شعری صلاحیتوں کا سکہ بھی بٹھا دیا۔ اس مجموعہ میں خلیفہ صاحب کے زمانۂ طالب علمی سے لے کر آخری دور تک کا کلام شامل ہے جس کا بیشتر حصہ زمانہ قیام حیدرآباد دکن (۱۹۱۸-۱۹۴۳) کی ادبی صحبتوں کی یادگار ہے اور اس مجموعے میں ان کے متوازن و متحرک ذہن کے بہت سے گوشے بے نقاب نظر آتے ہیں۔

قیمت : آٹھ روپے

ملنے کا پتہ : ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور